ABD

وصایا

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

انتخاب و ترجمہ

از:- مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

کتب خانہ الفرقان ___ لکھنؤ

وصایا

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

انتخاب و ترجمہ

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

ناشر

کتب خانہ الفرقان

۳۱۔ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ

بار اوّل :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ہزار
کتابت :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اختر لکھنوی
طباعت :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تنویر پریس لکھنؤ
باہتمام :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد حسان نعمانی

قیمت
ایک روپیہ پچیس پیسے

ناشر
کتب خانہ الفرقان، ۳۱۔ نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ

عنوانات اور مضامین کا اشاریہ

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتب خانہ الفرقان کا خاص نشانہ اور نصب العین یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ اور اُمّت کے مجدّدین اور مصلحین کے ارشادات آسان اور پُر تاثیر اُردو زبان میں منتقل کر کے ہندوستان اور پورے برصغیر کے مسلمانوں کو پہونچا دیے جائیں۔ اس سلسلے میں اب تک "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟" "معارف الحدیث" کی چھ جلدیں "مکتوباتِ خواجہ محمد معصومؒ" اور مکتوبات امام ربانی کا ترجمہ و تلخیص "تجلیاتِ ربانی" اور "ملفوظاتِ حضرت مولانا محمد الیاسؒ" اور حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی کے ملفوظات "صحبتے با اہلِ دل" اور اُن کے علاوہ متعدد کتابیں شائع ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قبولِ عام حاصل کر چکی ہیں۔ اسی رب کریم کی توفیق سے مشہور عارف باللہ خطیب ربانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے منتخب وصایا کے اس ترجمہ کی اشاعت کی توفیق ملی ہے۔ یہ ترجمہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہی کے قلم سے ہے۔ وہی مرتب اور وہی مترجم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہونچائے اور کتب خانہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

محمد حسان نعمانی

ناظم کتب خانہ الفرقان

۹ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ - م - ۱۰ فروری ۱۹۷۶ء

عرضِ مُرتّب

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے یہ وصایا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا، مجھے پُھلت کے کتب خانہ سے دستیاب ہوئے تھے۔ یہ وصایا مخطوطہ کی شکل میں کتب خانہ فیض الاسلام پُھلت میں رکھے ہوئے ہیں۔ اِن کی زبان عربی ہے۔

ان وصایا کے اندر بڑی کشش اور دل آویزی ہے۔ ایک بانی سلسلہ بزرگ کے زبان و قلم سے نکلے ہوئے یہ کلمات براہِ راست قلب کو متاثر کرتے ہیں۔ میں نے ان وصایا کی تلخیص و ترجمہ کا کام ضروری سمجھا اور ماہنامہ الفرقان کی متعدد اشاعتوں میں یہ وصایا شائع ہوئے۔ ان کی افادیت کے پیش نظر حضرت مولانا نعمانی نے ان پر نظر ثانی کر کے یکجا کرنے کا ایماء فرمایا۔

چنانچہ لکھنؤ حاضر ہو کر اس مجموعہ کو میاں محمد حسّان نعمانی سلّمہ کی نصرت سے مُرتب کیا اس سلسلے میں اُن کی دل چسپی دیکھ کر خوشی ہوئی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے برابر اپنا کام لیتا رہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام اُمّتِ مسلمہ کو کتاب و سُنّت کی پابندی کے ساتھ ساتھ بزرگانِ دین کے کلماتِ طیّبات وارشادات اور نصائح و وصایا پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسّلام

نسیم احمد فریدی امروہی

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد رسول اللہ

وآلہ وصحبہ ومن والاہ

قافلہ سالار سلسلۂ سہروردیہ قطب العارفین حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص
بن محمد صدیقی سہروردیؒ اپنے وقت کے امام طریقت اور پیشوائے راہ سلوک
اخلاق و تصوف میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ اُن کی کتاب عوارف المعارف طا
و سالکین کے لیے ایک رہنما مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد کے ہر ہر سلسلے کے مش
نے اس سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ الاسلام بابا فریدالدین گنج شکرؒ اور حض
محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ جیسے اکابر طریقت کی خانقاہوں میں اس کتاب
درس و تدریس اور مطالعہ و مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ
نصائح کا راز بھی غالباً اس خوش نصیبی میں مضمر ہے کہ وہ "پیر دانائے فرخ شہا
کے مرید اور اُن کے روحانی فیوض سے مستفیض تھے۔ انھوں نے بوستاں
اپنے پیر و مرشد کی دو اہم نصیحتیں دو شعروں میں نظم کی ہیں جن کو انھوں نے
سنا تھا اور جن کے متعلق ماہر رموز طریقت حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلویؒ او
قاسم العلوم والمعارف حضرت نانوتویؒ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں میں تصوف
خلاصہ آگیا ہے۔

وہ دو شعر یہ ہیں ؎

مرا پیر دانائے فرخ شہابؒ
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش!

یعنی مجھ کو میرے مرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ساحلِ دریا پر (جبکہ وہ غالباً دریائی سفر کے لئے کشتی میں سوار تھے یا سوار ہونے والے تھے)، مجھے یہ دو نصیحتیں فرمائیں۔

(۱) خود بینی نہ کرنا یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر غرور و تکبّر نہ کرنا۔
(۲) دوسرے کو بُرا نہ سمجھنا۔ اور خواہ مخواہ اس کے عیب تلاش کرنے کا طریقہ اختیار نہ کرنا۔

مولانا علاء الدین صاحب صدیقی سہلٹی مرحوم کی عنایت سے مجھے کُتب خانۂ مدرسۂ فیض الاسلام سہلٹ کے ایک قلمی نسخے کے مطالعہ کا موقع ملا تھا جو وصایائے قطب الوارفین حضرت سہروردیؒ پر مشتمل ہے اور عربی زبان میں ہے۔ یہ وصایا متعدد مریدین، متعلقین اور خلفاء کو کی گئی ہیں۔ ان میں عقائد و اخلاق اور اعمال و کردار کے سنوارنے کی باتیں بھی ہیں اور شریعت و طریقت کے اسرار و رموز بھی، سلوک و تصوف کی اہم اور ضروری ہدایات بھی ہیں اور سلسلۂ سہروردیہ کے خصوصی و امتیازی نشانات بھی ۔۔۔ میں نے

مناسب سمجھا کہ اُن وصایا میں سے بطور اقتباس و انتخاب ان کلمات کا ترجمہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دوں جن کو میں سمجھ سکا ہوں اور جن سے عمومی دینی فائدہ پہونچنے کی اُمّید ہے۔

سب سے پہلے میں حضرت شیخ سہروردیؒ کے حالات حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب 'نفحات الانس' سے پیش کرتا ہوں۔

مختصر حالات

حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد صدیقی سہروردیؒ خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ تصوف و سلوک میں آپ کا انتساب آپ کے چچا حضرت ابو النجیب سہروردیؒ کی طرف ہے۔ مرشدِ اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے آپ سے فرمایا تھا کہ تم عراق کے مشاہیر میں آخری شخص ہو۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جیسے عوارف المعارف، رشف النصائح اور اعلام التقیٰ وغیرہا۔ عوارف کو مکہ معظمہ میں تصنیف کیا ہے، اثنائے تصنیف میں جب کوئی اشکال پیش آتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور طوافِ خانۂ کعبہ کرکے طلبِ توفیق کرتے تھے تاکہ اشکال دور ہو اور حق واضح ہو جائے۔ آپ بغداد میں اپنے وقت کے شیخ الشیوخ تھے۔ دور و نزدیک کے اربابِ طریقت آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے آپ کو ایک شخص نے لکھا تھا ——— یا سیدی! اگر میں عمل چھوڑ دوں تو (ڈرتا ہوں کہ) تعطل و بیکاری کی طرف چلا جاؤں گا اور اگر عمل کروں تو (یہ ڈر ہے کہ) مجھ میں تکبّر و غرور آ جائے گا۔ (پھر میں کیا کروں) آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

"(نیک) عمل کر اور تکبّر و غرور سے استغفار کر"۔

رسالۂ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ نے فرمایا ہے کہ شیخ سعد الدین حمویؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ شیخ محی الدینؒ کو تم نے کیسا پایا۔؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہیں جس کا کہیں کنارہ نہیں ہے۔ پھر اُن سے دریافت کیا گیا کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کو کیسا پایا۔؟ جواب دیا کہ متابعتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نور جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ چیز ہی کچھ اور ہے۔

آپ کی ولادت رجب ۵۳۹ھ میں اور وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ امام یافعیؒ نے اپنی کتاب میں آپ کو مطلع الانوار، منبع الاسرار، دلیل الطریقہ، ترجمان الحقیقۃ، قدوۃ العارفین، عمدۃ السالکین، العالم الربانی وغیرہ القاب سے یاد کیا ہے۔

(نفحات الانس)

ایک وصیّت ۔ (جو جامع رسالہ نے حضرت سہروردیؒ کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر سے نقل کی ہے)

جس کسی کا قلب، نورِ ایمان سے منوّر ہوگیا اور جس کو اسلام کے متعلق شرح صدر ہوگیا اس کے تمام اعضا و جوارح میں نور سرایت کر جاتا ہے اور وہ شرع کے دائرے میں اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے ..... پھر وہ بندہ اس مقام پر ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان میں نور پیدا ہو جاتا ہے، پس وہ حق بولتا ہے، ..... صادقین کے قلوب اس کے قول

کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس کے قول اور نصائح سے راہ استقامت پر آ جاتے ہیں...... انابت قلب اسکے اندر متحقق ہو جاتی ہے...... اور جس کو انابت حاصل ہو جاتی ہے وہ ان وسوسوں کی نفی کرتا ہے جو دل میں گھومتے ہیں اور ان کو دور کرتا ہے جو سویدائے قلب کو گھیرے رہتے ہیں۔ وہ "حدیث نفس" کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس کے سامنے تضرع وزاری اس کے قلب کی عادت بن جاتی ہے ــــ بجائے "حدیث نفس" کے معانی قرآن اس کے قلب میں جاگزیں ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات کمال نورانیت قلب کے ساتھ ساتھ "معانی القرآن" اور "مطالعۂ عظمت متکلم" بھی اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ہوتا ہے تو وہ قرآن کا بڑا حصہ بغیر وسوسہ اور بغیر حدیث النفس کے ــــ پڑھتا ہے ــــ

اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ان رجال صدیقین اور مشائخ صوفیہ کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ جو ائمۃ المتقین اور صاحب احوال ہوتے ہیں اور جن کو علم دراست (علم ظاہر) پر عمل کرنے سے علم وراثت (علم حقیقی) حاصل ہوتا ہے ــــ اور جو صادقین کے قلوب اپنی جانب کھینچتے ہیں ــــ یہ حضرات، زمین پر اللہ کا لشکر ہیں ــــ احوال، اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں مگر یہ بطریق صحبت حاصل کئے جاتے ہیں، وجود الاحوال بطریق صحبت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بیج کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اُگنے اور سرسبز ہونے کی خاصیت رکھی ہے، لیکن پہلے بیج بونے والا محنت کرتا ہے اور اپنی قوت کو فعل میں لاتا ہے....

شکر، اشرف الاعمال ہے اور سب اعمال کے مقابلے میں کم پایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقلیل من عبادی الشکور (میرے بندوں میں شکر گذار بندے کم ہیں)

اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ بندے کا قلب ان چیزوں میں مشغول ہو جن میں اعضاء و جوارح مشغول ہیں اسلئے کہ شکر (قلب کا) ایک مستقل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اعملوا آل داؤد شکرا (اے داؤد کے گھر والو شکر کا عمل جاری رکھو)۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ "ہمت" کو اسی کی طرف مجتمع رکھا جائے اور قلب کی توجہ اسی کی جانب ہو ـــ مراقبہ، مشاہدہ، اللہ تعالیٰ کی محبت اور یہ تصور کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس امر سے چشم پوشی اور درگذر نہیں کرتا، کہ بندے کا قلب (کلیتہً) کسی چیز کے ساتھ ہو ـــ چاہیے کہ اعضاء و جوارح کا عمل اپنے دائرہ تک محدود ہو اور قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے اس لئے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے نہ کہ اس کے سوا کسی کے لئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
قلوب، زمین پر اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اُن پر اللہ کی نظر ہے، بس ان کے بارے میں کوئی مسامحت اور کوتاہی نہ ہونے پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے قلوب کی طرف نظر رکھتا ہے"۔ (الحدیث)

اگر بندہ (بالفرض) کسی مکروہ جگہ بھی ہو مگر اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اللہ سے قریب ہے اور اگر وہ کعبہ میں ہو اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ بعید ہے۔ میری عادت نہیں کہ شطحیات (خواہ مخواہ کی جذباتی اور جوشیلی باتیں) بیان کروں۔ میں یہ جو کہہ رہا ہوں بات کو اچھی طرح واضح کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔

خیر، پورے طریقے پر "جمعیت" کے اندر ہے اور شر، کلّی طور پر تفرقے میں ہے۔ بندہ جمعیت قلب کی طرف اسی وقت متوجہ ہو سکتا ہے جبکہ اس کو اتحادِ مقصود حاصل ہو۔ اور جس کسی کے مطلوبات، کثیر ہوئے تو اس کے افکار، متفرق ہو گئے۔ اور جب مطلوب میں اتحاد آیا تو نصب العین مجتمع اور متعین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس قلب کو پسند نہیں کرتا جس میں تفرقہ ہو۔ دو ذکر ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔ قلب کی وحدانیت، وحدانیتِ رب کو پیشِ نظر رکھ کر ..... ضروری ہے ..... بندے کے لئے زیبا نہیں ہے کہ اس کا مقصود سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ہو اور یا وہ کسی کی طرف سوائے اسکے متوجہ ہو۔ چاہیئے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ کسی کا بھی مشتاق نہ ہو۔ اللہ کے ماسوا کسی طرف نظر ڈالنے کو اچھا نہ سمجھے یہاں تک کہ اس کے سِرّ، قلب اور روح پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی طلب غالب آجائے، اس کا کوئی سانس طلب حق کے بغیر نہ نکلے۔ یہ ادب انفاس کا ہے۔

طلب میں صدق کی علامت یہ ہے کہ کسی نیچے کی زبان سے بھی کوئی کلمۂ نافعہ سُنے تو اس سے روگرداں نہ ہو۔

...... اللہ تعالیٰ کے اولیاء، رجال ونساء (مرد وعورت) دونوں ہوتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو صفات صاحبِ صدق مردوں کی بیان فرمائی ہیں، وہی صاحبِ صدق عورتوں کی بھی بیان فرمائی ہیں ___ میں اپنی پسماندگی اور اپنی تقصیر ہر مقصر اور پسماندہ سے زیادہ دیکھتا ہوں، یہ بات تشریح کی محتاج نہیں، اور یہ کوئی شطحیات کی قسم کی بات بھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ شیخ ابوعلی دقاق کا یہ ارشاد میرے حسبِ حال ہے :-

"میرا جی چاہتا ہے کہ ماتمی لباس پہن کر شہروں میں گھوموں اور اللہ کے بندوں میں آواز لگاؤں اور اُن کو اطلاع دوں کہ کتنے حقوق اُن سے فوت ہو رہے ہیں اور اُن کے سامنے کیا کیا خطرات ہیں، اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری تقصیرات کتنی ہیں۔"

وصیّت - شمس الدین سمرقندی رحؒ کو

طالب کو لازم ہے کہ اپنے نفس کے احوال کا خیال رکھے اور اس کی لغزشوں، خواہشوں اور اس کے اخلاقِ مذمومہ سے غافل نہ ہو ___ اگر اس نفس کی طرف سے غفلت ہوئی تو یہ اپنی تمام صفات اور اخلاق کے ساتھ نمودار ہوگا۔ نفس کی صفات یہ ہیں: دُنیا کی طرف منجذب ہونا، حُبِّ جاہ اور مخلوق میں رفعت و منزلت کی تمنّا،

نیز اس بات کا خیال رکھنا کہ مخلوق کس چیز کو اچھا سمجھتی ہے اور کس چیز کو برا اس کا خیال نہ رکھنا کہ شرع کے نزدیک کون سی چیز اچھی ہے اور کون سی بری ہے) موت کی یاد اور لزوم خلوت و عزلت سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ سوائے جمعہ اور جماعت کے لوگوں کے ساتھ اختلاط نہ رکھے، علاوہ ازیں بندے کو لازم ہے کہ اپنے اوقات کو غنیمت سمجھے اور اپنے ایام و ساعات کو اوراد سے مزین کر لے اسلئے کہ یہ طریقہ، واردات کو کھینچنے والا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ریا، نفاق، شہرت اور مخلوق کے سامنے بجاوٹ اور بناوٹ سے بھی اپنے آپ کو دور رکھے اس لیے کہ یہ طرز عمل، طریق صادقین میں شرک کی مانند ہے۔ پس لازم ہے کہ اس شخص کے پاس بیٹھے جس کے تقوی اور زہد کا یقین ہو۔

وصیت ۔ صفی الدین علی بن رشید کو۔۔۔

میں نے صفی الدین علی بن رشید کو ان کے وطن جانے کی اجازت دی تاکہ وہ اپنے والدین کے حقوق ادا کریں۔ میں اللہ تعالے سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو اور ان کو قول ثابت پر جمائے رکھے گا، اور شیطان اور اس کے لشکروں سے نیز نفس امارہ کے مکروفریب سے محفوظ رکھے گا۔ مشار الیہ کو لازم ہے کہ جب اپنے وطن جائیں تو حفظ اوقات کی جانب متوجہ رہیں۔ بطالت و بیکاری کو ترک کر دیں، اور گوشہ تنہائی کو غنیمت سمجھیں۔ نصب العین، عبودیت اور ضبط اوقات رہے۔

مخلوق کی جانب اس گمان سے نہ جھکیں کہ یہ اخلاق صحیحہ کا تقاضا ہے اور مدارات کی یہ ایک شکل ہے اور اس ظاہرداری اور میل ملاپ کو لوگوں کے قلوب کو اُچکنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ ......

وہ عقل جو پختہ کار ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے وہ دُنیا اور دُنیا والوں سے بے پرواہ رہنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے قلب سے آخرت کی طرف متوجّہ ہو۔ اسی کی طرف اس کا ٹھکانہ ہے عاقل کو اس فانی دُنیا کی ٹیپ ٹاپ غافل نہیں کرتی۔ دُنیا کی چمک دمک تو بیوقوفوں کو متاثر کرتی ہے اور اُن کی عقلوں پر چھا جاتی ہے، حتیٰ کہ ان میں کا ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوتا۔ جو اپنی توجہ کو کسی نہ کسی درجے میں جاہ و مال کے حصول کے اندر نہ لگائے ہو اور یہ دونوں (یعنی جاہ و مال) فانی ہیں۔ جس کے سامنے علمِ زہد آشکارا ہوا اور اس کے فائدے سے واقف ہوا وہ اپنے اعضاء و جوارح کو قابو میں رکھ کر ممنوعاتِ شرع سے بچنے کی صورت پیدا کر لیتا ہے۔ اس راستے سے نفس کا تزکیہ ہوگا اور جب تزکیہ نفس ہوگا تو آئینۂ قلب روشن ہو جائے گا۔ اور اس کے اندر گناہ کی بُرائی ظاہر ہونے لگے گی نیز توجہ الی اللہ کا ارادہ قلب میں پیدا ہو جائے گا۔ وہ اللہ کے ماسوا کو نظر انداز کر دے گا۔ اس وقت بدن بھی اسی طرح نرم ہو جائیں گے جس طرح دل نرم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى

ذِکر اللہ:-

(پھر ان کے بدن اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت نرم ہو جاتے ہیں)

انسان اپنے اعضاء و جوارح پر پورا پورا کنٹرول اس وقت تک نہیں کر سکتا، جب تک قلب ایسا بیدار نہ ہو جائے جو برابر محاسبہ کرتا رہے۔۔۔۔

وصیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب

(اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے)

انسان اپنے نفسِ امّارہ اور کھانے پہننے میں اس کی خواہشوں اور لذتوں کی رعایت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محجوب اور بعید ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اوقات آپس کی (بے ضرورت) مخالطت و مجالست سے برباد ہوتے ہیں۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیریت چاہتا ہے اس کو رشد و صواب کا الہام کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے یہ امر واضح کر دیتا ہے کہ دُنیا اور اہلِ دُنیا عنقریب فنا ہونے والے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی باقی رہنے والا نہیں ہے۔ بندہ اپنی قبر میں اپنے اعمال کے ساتھ اپنے مولا و خالق کے سامنے ہوگا۔ (یہ بات اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ذہن نشین

ہو جاتی ہے تو) انسان غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور اپنے اوقات کو غنیمت سمجھنے لگتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ وہ اپنے نفس پر اس وقت تک غلبہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک اپنے اوقات کی حفاظت نہ کرے......

دین کا معاملہ، صنائع میں سے کسی صنعت سے کم نہ سمجھا جائے. کوئی صنعت بھی بغیر اُستاذ کے حاصل نہیں ہوتی (پھر دین بغیر سیکھے کیسے حاصل ہو سکے گا)...

..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔" اس ارشاد میں علماء سے مُراد وہ علماء باللہ ہیں جو متقی اور زاہد ہوں ـــــ جس کا قدم راہ مشیخت میں صحیح اُٹھا وہ نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ـــــ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہے.

جو شخص مخلوق سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ ایسے شیخ کی طرف متوجہ ہو جس کے متعلق اسے پورا اطمینان ہو کہ وہ مشیخت کا اور اللہ کی طرف دعوت دینے کا اہل اور مستحق ہے. اگر وہاں کئی شخص ہوں جو مسندِ مشیخت پر بیٹھے ہوں اور یہ طالب یہ نہ جان سکتا ہو کہ ان میں کون صحیح طور پر مشیخت کا اہل ہے تو اس کو چاہیئے کہ توقف کرے جلدی نہ کرے. اس لئے کہ ممکن ہے وہ کسی مشیخت کے مدعی کا قصد کرے اور وہ درحقیقت اس منصب کا اہل نہ ہو. ایسے شخص کا قول طالب کو فتنے میں مبتلا کر دے گا اور وہ طالب کے لئے راہزن ثابت ہو گا. ایسی صورت میں طالب اس طور پر برباد ہو گا کہ پھر صلاح پذیر نہ ہو سکے گا. پس اس

حالت میں طالب اپنی رُوح کو اللہ کی طرف متوجہ کرے۔ اور اللہ کے سامنے خوب گر
زاری کرے اور عرض کرے کہ اے میرے رب تو خوب جانتا ہے کہ میں تیری طرف چلنے
کا قصد کر رہا ہوں اور تو اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے۔ میں ایک صاحبِ طریق او
ایسے شیخ کو چاہتا ہوں جس سے دینی و رُوحانی نفع حاصل کروں اور اس کے ذری
تیری اطاعت و فرمانبرداری کی طرف ہدایت پاؤں۔ تو مجھے ایسا شخص بتا دے جو اس
کام کی اہلیت رکھتا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو خواب میں ایسا شخص دکھلا دے گا،
حالت بیداری میں اس کا سینہ کھول دے گا۔ اس کی آہ و بکا پر رحم اور اس کی دُعا قبول
فرمائے گا، اور ایسے شخص کی جانب رہنمائی فرمائے گا جو اس وقت کا واقعی شیخ کامل ہو
جب اللہ تعالےٰ ایسے شخص کامل کی طرف رہنمائی فرما دے تو پھر یہ مُرید اس کامل کے
ساتھ عمدہ وطیرہ اختیار کرے اور پورے طریقے سے اس سے محبّت رکھے۔

ایک شخص اس شیخ کامل سے بھی منتفع ہو سکتا ہے جس سے روزانہ ملاقات کر سکے
اور اس سے بھی نفع حاصل کر سکتا ہے جس سے ایک ہفتہ یا ایک مہینہ یا ایک سا
میں ملاقات کرے اور کبھی شیخ سے اس طرح بھی نفع حاصل کر سکتا ہے کہ اس
اللہ کے لئے محبّت کرے، اگرچہ اس سے ملاقات نہ کر سکے۔ مگر شیخ کا ارشاد او
عبادت کا طریقہ اور سلوک طریقِ حق اس تک پہونچا ہو اور وہ شیخ کے باطن سے
ہدایت یاب ہوتا ہو، اس کا ادب اچھی طرح کرتا ہو۔ اور اس کے طریقے کی اقتد
کرتا ہو نیز شیخ کی محبّت کی برکت سے اس کی جانبِ باطن میں، شیخ کے انوار اسرار

کر جائیں جس کی وجہ سے اس کا ظاہر و باطن مقید ہو جائے اور آداب مع اللہ صحیح اور درست ہو جائیں، پس اس طرح سے بھی وہ طریقِ استقامت کی طرف ہدایت پا جائے گا۔

وصیّت۔ نصیر الدّین بغدادیؒ کو (جبکہ انھیں خرقہ پہنایا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ـــــ

(آپ نہ ہٹائیں اپنے پاس سے اُن لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ بس اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں)۔

لفظ ارادت جو خاص اصطلاح کے طور پر مشائخ صوفیہ کے یہاں مستعمل ہے اسکی اصل و بنیاد یہی آیت ہے (یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ) ـــــ مُرید، مشائخ صوفیہ کے نزدیک وہ ہے جس کی ہمّت، اللہ تعالیٰ سے طلبِ مزید کرتی رہے۔ جو مزید کو برابر طلب کرتا رہے گا وہ مُرید ہے۔۔ جب وہ طلبِ مزید سے سُست پڑ جائے گا تو اس کو (سمتِ ترقی میں آگے بڑھنے کے بجائے) رجعت (واپسی) سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور ارادت کے باب میں اس کی ہمّت زائل ہو جائے گی ـــ اکابر صوفیاء کے نزدیک ایسے شخص کی موت اس کی حیات سے بہتر، موتی

ہے، اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں جب کوئی مُرید، مزید حاصل نہیں کر رہا ہے، تو وہ نقصان میں ہے اور نقصان عین خسران ہے ـــــ جب خسارہ دائمی طور پر کسی بندے کے شاملِ حال ہو جائے تو پھر اس کی موت اس کی حیات سے بہتر ہوتی ہے ـــــ مُرید کو اپنی ارادت میں ایک شیخ کی ضرورت ہے جو صاحبِ بصیرت ہو، وہ راہِ سلوک طے کرائے اور اس کو طُرقِ مواجید اور اسباب مزید بتائے، نیز صفاتِ نفس، اخلاقِ نفس اور مخفی شہواتِ نفس سے آگاہ کرے ـــــ اسلئے کہ معرفتِ نفس، طریقہ صوفیاء کی جڑ اور بُنیاد ہے ـــــ معرفتِ نفس کا معرفت رب سے گہرا تعلق ہے ـــــ جیسا کہ ایک بزرگ کا مقولہ ہے :۔ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا" ـــــ معارف کے مراتب و منازل ہیں۔ اہل معرفت کی دو قسمیں ہیں، ایک ابرار دوسرے مقرّبین۔ ابرار کو نفس کی بعض حرکات اور شہوات کی معرفت ہوتی ہے۔ مگر مقربین کی معرفت نفس اس سے اعلیٰ ہوتی ہے ـــــ بہت سے عمل، ابرار کی نظر میں اُن کے مبلغِ علم کی رُو سے عین طاعت ہوتے ہیں اور وہ مقرّبین کے نزدیک معصیت ہوتے ہیں کیونکہ مقربین کی نظر نفس کی حالت معلوم کرنے میں دقیق ہوتی ہے اور ان کو علم النفس میں کمال حاصل ہوتا ہے ـــــ اسی وجہ سے بزرگوں نے کہا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین ـــــ یعنی ابرار کے نزدیک جو (بعض) حسنات ہیں وہ مقربین کے نزدیک سیئات ہیں

درجہ رکھتے ہیں۔

درحقیقت مشائخ صوفیاء ہیں جو ارباب بصیرت ہیں ان کے علاوہ کسی کو مقامات و احوال کی تفصیل اور اُن آفات کی معرفت حاصل نہیں ہوتی جو فساد اعمال کا باعث ہیں ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ علماء جو احکام شرع اور علم مسائل و فتویٰ سے تو واقف ہیں لیکن زہد فی الدنیا، تقویٰ اور علم القلوب سے بہرہ مند نہیں ہیں، وہ بھی مشائخ صوفیاء کے اس بلند مقام تک نہیں پہونچ سکتے ۔۔۔ اسلئے کہ صوفیاء کا علم "میراث التقویٰ" ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوااللّٰہَ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ۔۔۔ اس آیت میں علم کو تقویٰ سے متصل کیا ہے ۔۔۔ نیز اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔۔۔ انّما یخشی اللّٰہ مِن عِبادہٖ العلماءُ ۔۔۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علم والے ہی ہیں) ۔۔۔ اس آیت میں غیر متقی سے علم کی نفی ہے۔

جب کوئی شخص زہدِ فی الدنیا اور تقویٰ کے بغیر علم کو جمع کرے گا تو وہ فقط علم کا ایک برتن ہوگا ۔۔۔ حقیقی عالم وہی ہوگا جو تقویٰ اختیار کرے گا ۔۔۔

پس جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مُریدِ صادق، اللہ کے راستے میں چلنے کے لئے ایک ذی بصیرت شیخ کی صحبت کا محتاج ہے جو اس کو مقاماتِ قرب اور حقیقتِ عبودیت تک پہونچادے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔۔۔ قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علیٰ بصیرۃٍ انا و من اتّبعنی ۔۔۔ (اے رسول

آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں) ــــــ تو اب، شیخ کامل کا متابعتِ رسول کی بنا پر باذن اللہ، داعی الی اللہ ہونا بھی ثابت ہو گیا ــــــ .... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے اور اپنے خاص بندوں کی تدریجی ترقی کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتا ہے:ــــــ

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

(وہ جو کہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور ہماری ذریات و اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے اور ہم کو تقویٰ شعار لوگوں کا امام بنا دے)۔

اِس آیت سے پتہ چلا کہ ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جو قدوۃ المتقین کہلائے جانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ہر وقت اور ہر زمانے میں، ہر علاقے میں ایسے افراد ہوتے ہیں اگرچہ وہ عدد میں قلیل ہوں۔ چونکہ یہ حضرات ایک بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں لہٰذا ان کی اقتدا بھی وہی مریدین صادقین کرتے ہیں جو طریقِ حق کے سالک ہوتے ہیں اور وہی ان سے علم الوراثت اس طرح حاصل کرتے ہیں جس طرح علماء لسان علم دراست حاصل کرتے ہیں۔

...... مُرید (مجازی طور پر) ولد ہوتا ہے اور شیخ بمنزلہ والد ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ولادت دو قسم کی ہے ایک ولادتِ طبیعیہ اور دوسری ولادتِ حقیقیہ.....

پس ولادتِ طبیعیہ۔ رسومِ ملک، اور رسومِ عالمِ شہادت و حکمت کی اقامت کے لئے

واقع ہوتی ہے اور ولادتِ معنویہ اجزائے ملکوت اور عالم الغیب والقدرۃ کے مطالعے کے لئے ہوتی ہے۔ سرکارِ رسالت مآب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام اُمّت کے معنوی والد ہیں اور شیخ حسنِ متابعتِ رسولؐ کی وجہ سے مُریدین کا رُوحانی باپ ہوتا ہے جس طرح ولادتِ طبیعیہ میں بچّے کے دُودھ پینے کا ایک زمانہ اور دودھ چھوٹنے کا ایک وقت ہوتا ہے اسی طرح ولادتِ معنویہ میں ہے۔ پس مرید ملازمتِ شیخ اور اس کی دوامِ صحبت، کا اسی وقت تک محتاج رہتا ہے جب تک استفادہ کرنے کی قوت پیدا ہو اور اس کے لفظ اور اشارۂ چشم سے نفع حاصل کرنے لگے ـــــ اور شیخ کے اشارۂ چشم سے نفع حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں ـــــ ایک یہ کہ شیخ کو اور اس کے اعمال کو دیکھے کہ وہ کس طرح خلوت اور جلوت میں مع الحق اور مع الخلق رہتا ہے۔ شیخ کے اخلاق و آداب کو دیکھ کر یہ سب باتیں سیکھے اور اس طور طریقے کا پابند رہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کمالِ صدق و محبّت کی بنا پر جب یہ شیخ کی طرف نظرِ محبّت سے دیکھے اور شیخ بھی اس کی طرف نظرِ محبّت سے دیکھے تو شیخ کی نگاہ سے اس کے باطن میں نور اور برکت پیدا ہونے لگے ـــــ اس طرح اس کے باطن میں خیر، جاگزین ہو جائے جس طرح سیپی کے اندر موتی متمکن ہوتا ہے ..... بعض سانپوں میں یہ تاثیر ہے کہ وہ جب کسی انسان پر نظر ڈالیں، یا کوئی انسان اُن کی طرف دیکھ لے، تو انسان ہلاک ہو جائے۔ پھر کیا بعید ہے کہ بعض بندوں میں (منجانب اللہ) دلوں کے زندہ کرنے کی قوت پیدا ہو جائے۔

جب مُرید صادق، شیخ کی خدمت میں رہے تو اس کا ادب یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے اور اختیار سے نکل جائے اور (حتی الامکان) ماکولات و ملبوسات اور تمام معاملات میں شیخ کا تابع ہو۔ بالکل اس طرح جس طرح بچہ اپنے والد کا تابع ہوتا ہے...... مُرید کے لئے حق تک پہونچنے کا راستہ سوائے شیخ کے ذریعہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ــــــ پس شیخ ابوابِ حق میں سے ایک کھُلا ہوا دروازہ ہے۔ اس کی طرف رُجوع کر کے اپنے اختیار و ارادہ سے دست بردار ہو جائے۔.....

مُرید، شیخ سے ناقص حالت میں جُدا ہوگا تو اس صورت میں ایسی آفات کا اندیشہ ہے جو امراضِ قلبیہ تک پہونچانے والی ہوں اور مزاجِ توبہ و استقامت کو ختم کرنے والی ہوں، بوجہ انحراف کے ـــــــ ایسے شخص کا زُہد کے بعد دُنیا کی طرف اور عبادت سے عادت کی طرف رُجوع ہونا بہت جلد ہوتا ہے اور یہ مرض اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیخ سے قبل از وقت جُدا ہو گیا، جس طرح دُودھ پینے والے بچے کا جب اپنے وقت سے پہلے دُودھ چھوٹ جاتا ہے تو اُسے (بعض اوقات) کوئی نہ کوئی مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ــ یہ دوام ملازمت و صحبت اُن مریدین کے لئے ضروری ہے۔ جو صادقین ہیں نہ کہ اُن کے لئے جو شیخ کے صرف محب ہیں اور اس سے تھوڑی سی برکت حاصل کرنیوالے اور اُسکی صحبت سے ادنیٰ درجہ پر قناعت کرنیوالے ہیں ــ اُنکا مرید نام پڑ جانا محض رسمی ہے حقیقی نہیں... پس مُریدِ حقیقی کو شیخ، خرقۂ ارادت اس وقت پہناتا ہے جب پہلے اس کے باطن کو ارادے اور

اختیار سے انخلاع کا خرقہ پہنا دیتا ہے اور وہ مرید جو محبین میں سے ہے، اس کو شیخ، فقط خرقۂ تبرک پہناتا ہے اور خرقۂ تبرک میں دوام صحبت اور ملازمت شرط نہیں ہے، اس کے پہننے سے مریدین لباس شیخ سے (قدرے) مشابہت حاصل کر لیتے ہیں اور شیخ کے ساتھ رابطۂ محبت بھی (کچھ) محفوظ ہو جاتا ہے اور بقدرِ صحبت، برکت وخیر حاصل کر لیتے ہیں، پس خرقۂ تبرک تو ہر اس محب کو دیا جا سکتا ہے جو اچھا گمان رکھتا ہو اور اس خرقے کو طلب کرے ۔۔۔ مگر خرقۂ ارادت اس شخص کو ہی پہنایا جاتا ہے جو مستقل جدوجہد کرے اور طریقے میں اس طرح داخل ہو کر اپنی خواہشات ترک کر دے، عادت تقویٰ اختیار کر کے اپنے ارادے سے نکل جائے ..... امر حق کی رعایت دنظر رکھے، اپنی نظر کو مخلوق سے ہٹا لے ..... مخلوق کی نہ اقتدار کرے نہ ان کے استحسان اور پسندیدگی کی، نہ ان کے استقباح اور ناپسندیدگی کی ۔۔۔ اس کے نزدیک قبیح و ناپسندیدہ وہ ہو جس کو شریعت نے قبیح قرار دیا ہے اور حَسَن و پسندیدہ وہ ہو جس کو شریعت نے حَسَن بتایا ہے ۔۔

۔۔۔۔ وہ ہر تکلف سے بری ہو ۔۔۔۔

مُریدین کو اپنے مشائخ کے ساتھ کیا طریقہ برتنا چاہیئے؟ اس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا طرز عمل بہترین نمونہ ہے۔ صحابۂ کرام رضؓ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بیعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، سمع و طاعت پر خوشحالی میں اور تنگدستی و پریشانی کے عالم میں، جی چاہے یا نہ چاہے ہر حال

میں"۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں غایتِ ادبِ رسول ﷺ کی
تنبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے ۔۔۔۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

(خدا کی قسم! لوگ ایمان دار نہیں ہوں گے جب تک وہ اپنے آپسی جھگڑوں میں
آپ کو حکم نہ بنائیں، پھر جو فیصلہ آپ صادر فرمائیں اُس سے دل میں کوئی تنگی
محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کو تسلیم کرلیں)

۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو تحکیم رسول ﷺ کا حکم فرماتا ہے۔ اُن تمام معاملات میں جو اس
کو پیش آئیں ۔۔۔۔ اگرچہ اس آیت کا سببِ نزول حضرت زبیر ابن عوام وغیرہ
کا مقدمہ ہے، زمین کے بارے میں ۔۔۔۔ لیکن اعتبار عمومِ لفظ کا ہوتا ہے
نہ کہ خصوصِ واقعہ کا ...... اللہ تعالیٰ نے پہلے تحکیم (ثالث بنانے) کا حکم
فرمایا، اُس کے بعد تنگیِ قلب زائل کرنے کا ۔۔۔۔ اس لیے کہ تحکیم، وظیفۂ ظاہر اور
ادب ظاہر ہے اور زوالِ تنگیِ قلب وظیفۂ باطن اور ادب باطن ہے ۔۔۔۔
بعض لوگ حکم بنانے پر تو قادر ہوتے ہیں مگر (خلافِ مزاج) فیصلے کی صورت میں
تنگیِ قلب کے ازالے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ وہ مریدِ رسمی جس نے خرقہ
تبرک لیا ہے، فقط صاحبِ تحکیم کی حیثیت میں داخل ہوجائے اور جس نے خرقہ

ارادت پہنا ہے وہ ازالۂ حرج والا ہو ـــــ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے مُرید کے اپنے شیخ کے مقابلے میں اپنے اختیار سے باہر آجانے کے متعلق ـــ وہ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہے ـــ جب مُرید، شیخ کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو وہ قرآن مجید کے ذریعہ ادب سیکھے اور متنبہ ہو۔ اس ہدایت سے جو اللہ تعالےٰ نے اُمّتِ محمدیہ کو صحبت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمائی ہے۔ چنانچہ سُورۂ حجرات میں ہے ۔ ـــ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الیٰ قولہ) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پس مُرید غور کرے اور سیکھے اُس ادب کو جو کلام اللہ میں ہے ـــــ سُورۂ نور میں ہے : ـــــ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَإِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوْهُ ۝

(حقیقت یہ ہے کہ ایمان لانے والے بندے بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسُول پر اور (جن کا عمل یہ ہے کہ) جب وہ کسی اجتماعی مہم میں رسُول کے ساتھ ہوں تو اُس سے اجازت لئے بغیر کہیں نہ جائیں)

اس آیت سے دلالت ہو رہی ہے اُس بات پر جس کو ہم نے ذکر کیا ہے، یعنی
شیخ کی صحبت اور اس سے مفارقت، بصیرت کے ساتھ ہو۔ بہت سی آیات میں
یہ معنیٰ موجود ہیں جو تلاش کرے گا وہ کلام اللہ میں پائے گا ——— مُریدین کو جن
باتوں کا حکم دیا جائے اُس میں بڑی تفصیل ہے...... لیکن جس بات کی تاکید
پہلے کی جائے گی وہ یہ ہے کہ تجدید توبہ کرے اسلئے کہ توبہ ہی کام کی جڑ اور بُنیاد
ہے۔۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ مُرید، مُرید نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُسکے
بائیں طرف کا فرشتہ بیس سال تک کچھ نہ لکھ پائے ——— حفاظت توبہ پر مُرید قادر
نہیں ہو سکتا سوائے دوام محاسبہ کی مدد کے ——— جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہر
محاسبہ کرو، (دُنیا میں) اپنے نفسوں کا اس سے پہلے کہ محاسبہ کئے جاؤ (یعنی قیامت
میں) ——— اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ ہر فرض نماز کے
بعد کرے...... جب سچائی کے ساتھ محاسبے پر مداومت کرے گا تو اسکی
لغزشیں کم ہوتی جائیں گی یہاں تک کہ معدوم ہو جائیں گی ——— جب محاسبے
کا حق ادا ہو گا تو قول و فعل میں جو لایعنی باتیں ہوتی ہیں اُن سے باز رہے گا۔
اگرچہ وہ مُباح ہی کیوں نہ ہوں ——— اس وقت اس کی فضولیات کم ہونگی
اور اس کا ظاہر "سیاست علم" کے قبضے میں ہو گا ——— پھر اس بات کی توقع
ہو گی کہ وہ مقامِ مراقبہ تک ترقی کرے اور اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح سیاستِ
علم کے ماتحت ہو جائے ——— مراقبہ، اصطلاح صوفیاء میں یہ ہے کہ اپنے

قلب کو اس بات کی طرف متوجہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں، اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے پوری طرح شرمائے گا اور ضمیر کے خطرات سے بھی اس طرح پرہیز کرے گا جس طرح حرکاتِ جوارح سے پرہیز کرتا ہے پھر اس مقام سے ترقی کر کے مقامِ مشاہدہ تک پہونچے گا اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ میرے قلب نے رب کو دیکھا۔ یہی مقام احسان ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قولِ مبارک میں اشارہ فرمایا ہے ـــــــ ان تعبُدَ اللّٰہ کانّکَ تراہُ ـــــ (یعنی احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا کہ اُسے دیکھ رہا ہے) ـــــ اربابِ مشاہدہ کے مواجید، مختلف ہوتے ہیں مگر اصول میں سب متفق ہیں فقط فروع میں اختلاف ہوتا ہے...... وہ اسباب جو موثر ہیں اور مُریدین کے لئے خیرِ کثیر کو کھینچنے والے ہیں، چار ہیں۔ تمام مشائخ صوفیا، ان چار چیزوں اور اُن کے حُسنِ تاثیر پر متفق ہیں ـــــ اور وہ یہ ہیں: قلتِ کلام قلتِ طعام، قلتِ منام، قلتِ اختلاط مع الانام (یعنی لوگوں سے بلا ضرورت ملنے جلنے سے بچنا)..... مُرید کو چاہیے کہ ان چار باتوں کا خیال رکھے۔ اسکے بعد وہ ثمرات و برکات کا مشاہدہ کرے گا ـــــ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ احوال مشائخ ہیں اور اُن کے ہدایات اور نہایات ہیں اور یہ سب باتیں میراثِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ـــــ مشائخ کو یہ میراث، حُسنِ متابعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیوخ کے ساتھ صدقِ صحبت کی برکت سے ملی ہے...

وصیت :۔۔۔ امام نجم الدین کو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ ۝

(ہم نے نصیحت کی اُن کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو بھی اس بات کی کہ تم اللہ سے ڈرو)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے نصیحت طلب کی آپ نے منجملہ اور نصائح کے زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید فرمائی ۔۔۔ اللہ اور اس کے رسول کی نصائح ہر ذی بصیرت عاقل کے لئے کافی ہیں ۔۔۔ بندہ ان نصائح پر عمل اُس وقت تک نہیں کرسکتا جب تک وہ اپنی درازی اُمید و آرزو کو ۔۔۔ کوتاہ نہ کرے اور موت کو برابر یاد نہ کرے۔ منجملہ دیگر امورِ نافعہ کے مجالست اہل صلاح و تقویٰ اور اہلِ باطل سے علیحدہ رہنا نیز نیک، ہم نشین میسر نہ آنے کی صورت میں خلوت کو لازم رکھنا بھی ہے ۔۔۔ پھر خلوت میں بھی بیکاری سے بچے کیونکہ اس سے قلب، مُردہ ہوجاتا ہے بلکہ اپنے اوقات اُن اعمال سے معمور رکھے جن سے تقرب باری تعالےٰ حاصل ہوتا ہے، اس بات کا یقین کرے کہ اُس کی جو ساعت، ذکراللہ یا اللہ سے قرب پیدا کرنے والی کسی عبادت سے خالی گزرتی ہے، وہ ساعت، قیامت کے دن اُس

کے لئے مستقل ایک حسرت ہوگی ـــــ وہ اعمال جن سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے، تلاوت قرآن، ذکر بالقلب اور مراقبہ ہیں۔

مراقبہ یہ ہے کہ بندے کے قلب میں یہ علم راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا ہے اور وہ اُس کے ضمیر کی پوشیدہ باتوں پر بھی مطلع ہے۔ جب ان اُمور سے فارغ ہو تو سو جائے، پس نیند میں بھی سلامتی ہے۔ یہ بات بھی مناسب ہے کہ ہمیشہ طہارت پر رہے اور جب وضو ٹوٹے دوبارہ وضو کر لے اور اس بات کی حتی الامکان کوشش کرے کہ قبلہ رُخ بیٹھے اور اپنے دل میں اس بات کا تصور کرے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو سکینہ اور وقار حاصل ہو جائے ـــــ مخلوق کی تکلیف دہی کا تحمل کرے اور بدسلوکی کرنے والے کے حق میں انتقاماً بدسلوکی نہ کرے، بلکہ بدسلوکی کرنے والے کو معاف کر دے، اپنے علم و عمل پر نازاں نہ ہو۔ اپنے آپ کو چشمِ حقارت سے اور تمام مسلمانوں کو چشمِ احترام و تعظیم سے دیکھے۔ ہر عاقل کو چاہیئے کہ وہ تہجد کبھی پڑھے ...... اگر ممکن ہو تو مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کے درمیان بھی نوافل پڑھ لے۔ چاشت کی نماز کا بھی خیال رکھے۔ غسل جمعہ کا اور طہارت کی حالت پر سونے کا بھی لحاظ رکھے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد کو جلد چلا جائے اور اس جمعہ کے دن کو خاص طور پر آخرت کے لئے بنا دے (کم از کم) اس دن میں تو امرِ دنیا کی آمیزش نہ کرے۔ ہر روز صدقہ دے جتنا بھی ہو۔ کم ہو یا زیادہ ـــــ زیادہ نہ ہنسے ـــــ معدے کو بیکار رکھنے کی کوشش کرے ـــــ نفلی روزے بھی رکھے ـــــ ہر پیر اور

جمعرات کو روزہ رکھ لے اور اس میں اضافہ کرلے تو اچھا ہے ورنہ ہر ماہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے رکھے اور یہ کم سے کم ہیں ——— اپنے تمام جوارح کو مخالفت شرع سے محفوظ رکھے، خاص طور پر آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے کہ آنکھ سے کسی ناجائز چیز کو نہ دیکھے اور زبان سے غیبت نہ کرے ——— بدنظری اور غیبت ان دونوں چیزوں میں لوگ زیادہ مبتلا ہیں ——— راستے میں جب چل رہا ہو تو ذکرِ قلبی کرتا رہے کوئی قدم، غفلت کے ساتھ نہ اُٹھائیے ——— میں نے جتنی باتیں ذکر کی ہیں اُن کو پورا کرنے پر وہی لوگ قادر ہوتے ہیں جو دُنیا سے بے پرواہ ہوتے ہیں ——— (اور آخرت کا دھیان رکھتے ہیں) انسان کو چاہیے کہ تضرع وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کو طلب کرے اور یہ بھی جان لے کہ (اس دُنیا میں) اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی موجود ہیں جن کو ان باتوں پر عمل کرنا نصیب ہے ـ اُن کا نصب العین ایک ہی نصب العین ہے (اللہ کو راضی کرنا اور آخرت کی طیاری) ...... نمازی کو چاہیے کہ نماز کی ہر حالت کی حفاظت کرے ـ بایں طور کہ قیام، رُکوع اور سجدے وغیرہ میں، جو کلمات زبان سے کہے اس کے معنیٰ دل کے اندر سمجھ لے تاکہ معنیٰ کا دھیان اُس کے دل کے وسوسوں کو دُور کردے ——— یہ "اصل کبیر" ہے اس کو خوب یاد رکھے ——— اسی طرح تلاوتِ قرآن اور اذکار میں بھی معنیٰ کا دھیان رکھے ——— اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

وصیت :۔ عبدالعزیز کو ——

مجھ سے عبدالعزیز نے سوال کیا ہے کہ میں اُن کو وصیت کروں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کو اور اُن کے تمام دینی احباب و متوسلین کو فائدہ پہونچائے ..... پس میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور جو باتیں دل و دماغ میں حاضر تھیں اُن کو لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے ——

اے طالب! وصیت ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ جسکی استعداد کامل ہے اس کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ صحتِ ایمان کے بعد اپنے اوپر تین چیزیں لازم کر لے۔

(۱) تقویٰ اللہ —— اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اپنے اعضاء کو شرع کی منع کی ہوئی باتوں سے قولاً و فعلاً محفوظ رکھے۔ بندہ —— جب اللہ تعالیٰ سے اپنے اعضاء و جوارح کو قابو میں رکھ کر ڈرتا ہے تو یہ تقویٰ اس کے باطن کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور اس کا قلب، کینہ، حسد، جھوٹ، تکبر، ریا، سُمعہ (دکھاوٹ، سُناوٹ) تصنع اور تزئین سے پاک و صاف ہو جاتا ہے: اور پھر وہ ظاہری و باطنی دونوں حیثیت سے متقی بن جاتا ہے۔

(۲) زُہد فی الدنیا —— زُہد اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ نفس، غذا، لباس اور مکان میں بقدر حاجات سے زائد مطالبے کو ساقط کر دے۔ نیز مخلوق کی

تعریف و مدح سے اور طلبِ جاہ و مرتبہ اور اس کے لئے منافسے سے بھی دست بردار ہو جائے۔

(۳) دوامِ عمل ـــــ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کبھی قلب اور جوارح دونوں سے اور کبھی فقط قلب سے ......

اکثر وہ لوگ ہیں جو مجاہدۂ اسباب و اکتساب میں اپنی جانیں کھپاتے کھپاتے مرجاتے ہیں اور اُن کی ہمتیں (کامل استعداد والوں کے) مقصدِ عالی کو پانے میں قاصر ہیں۔ اُن کے لئے اُن کے حسبِ حال یہ وصیّت ہے کہ وہ حدودِ شرع کی رعایت اور فرض نمازوں کا اہتمام کریں (یہ واضح رہے کہ) فریضۂ نماز کا حُسن حضورِ قلب ہے۔ میں اُن کو یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ تلاوت اور رکوع و سجود کے تمام اذکار اور نماز کی تمام شکلوں اور حالتوں میں دل اور زبان کو جمع کرنے میں امکانی کوشش کریں ـــــ کوئی اس بات پر قانع نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قلب کے بجائے قالب لے کر جائے۔

...... میں زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وصیت کرتا ہوں۔ قلب سے تو ہر مجلس و محفل میں، اور ہر راستے میں خاص طور سے کھانے کے وقت اور وضو کے وقت۔ اس لئے کہ کھانے اور وضو کے وقت ذکر کرنے والے کے قلب پر شیطان کا وُرود نہیں ہوتا۔ نماز میں وسوسہ بھی کم آتا ہے ـــــ

میں اپنے دینی بھائیوں کو ہمیشہ طہارت پر رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بندے کو

مناسب ہے کہ جب وہ بے وضو ہو دوبارہ وضو کر لے۔ اس لئے کہ وضو، مومن کا ہتھیار ہے جہاں تک ہو سکے قبلہ رو بیٹھے ...... اور یہ مراقبہ کرے (دھیان جمائے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک میں بیٹھا ہے۔ اس طرح اس کا قول و فعل درست ہو جائے گا۔ جب سوئے تو وضو کی حالت میں سوئے اور قبلہ کی طرف چہرہ ہو ـــــ اور سب سے زیادہ نافع وصیت یہ ہے کہ قیام لیل (تہجد) کا خیال رکھے۔ یہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے۔ کوئی ایسا نہ کرے کہ اس کی پوری رات اِس حالت میں گزر جائے کہ اس نے رات کے کسی نہ کسی حصے میں نفل نہ پڑھے ہوں۔

(یہ بھی ملحوظ رہے کہ) موت کا دھیان بے جا اُمید و آرزو کی درازدامانی ...... کو کوتاہ کرتا ہے۔ ...... یہ بھی پسندیدہ بات ہے کہ کوئی دن صدقے سے خالی نہ رہے اور کوئی ہفتہ بلا روزے کے نہ ہو ...... میں وصیت کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کا ذکر ہو تو خیر کے ساتھ ہو ...... اپنے نفسوں پر بابِ تاویل نہ کھولیں ـــــ اور دینی بھائیوں کو یہ بھی چاہیئے کہ وہ نمازِ صبح کے بعد دُنیا کا کلام نہ کریں۔ یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے پھر اس مجلس کو چند رکعات (اشراق) پڑھ کر ختم کریں ـــــ

وصیّت :ـــ اپنے صاحبزادے عماد الدّین کو ـــ

اے میرے پیارے بیٹے! میں تجھے تقویٰ اللہ اور خشیت کی وصیت کرتا ہوں۔

نیز حق اللہ، حق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم، حقِ والدین اور تمام مشائخ کے حقوق کے ادا کرنے کی وصیّت کرتا ہوں ـــــ پس اس صورت میں اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوگا۔

علانیہ اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں اللہ کا دھیان رکھنا ـــــ قرأتِ قرآن، ظاہراً و باطناً، سراً و علانیۃً، فہم و تدبّر، تفکّر اور حزن و بکا کے ساتھ کرتے رہنا ـــــ تمام احکام میں (سب سے پہلے) قرآن کی طرف رجوع کرنا۔ اس لیے کہ قرآنِ مجید اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت و برہان ہے۔ قرآن کے حقوق کا لحاظ رکھنا۔ راہِ علم سے یک گام بھی اِدھر اُدھر نہ ہونا۔ فقہ کو حاصل کرنا، جہاں صوفیہ میں سے نہ ہو جانا۔ بازاری قسم کے لوگوں سے علیحدہ رہنا اسلیے کہ وہ دین کے چور اور طریق (راہِ حق) کے رہزن ہیں ـــــ سُنّت کی پابندی تجھ پر لازم ہے۔ اہلِ توحید کے اعتقاد پر قائم رہنا اور بدعات سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ امرد لڑکوں، (اجنبی) عورتوں اور اہلِ بدعت سے نیز (بلاضرورت) اغنیاء اور عوام سے اختلاط نہ کرنا۔ ان سے میل جول کرنے سے دین برباد ہوگا۔ دُنیا کی چیزوں میں تھوڑے پر قناعت کر لینا۔ خلوت کو لازم رکھنا۔ اپنی خطاؤں پر گریہ و زاری کرنا، حلال روزی کھانا، اسلیے کہ یہ امر مفتاح الخیرات (نیکیوں کی کنجی ہے) ـــــ حرام چیزوں کو نہ چھونا۔ اگر ایسا کیا تو قیامت کے دن تجھ کو آگ چھوئے گی۔ حلال کپڑا پہننا، ایسی صورت میں حلاوتِ ایمان اور حلاوتِ عبادت محسوس کرے گا۔

اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہ اور اس بات کو نہ بھول کہ تو اس کے سامنے (ایک دن) کھڑا ہوگا۔ صلوٰۃ اللیل اور صیام النہار پر عمل در آمد رکھنا۔ جماعت کی نماز نہ چھوڑنا.... ریاست و امارت کو طلب نہ کرنا اسلئے کہ جو ریاست و امارت کو پسند کرتا ہے وہ کبھی فلاح یاب نہ ہوگا......

تیرے اوپر سفر بھی لازم ہے تاکہ تیرا نفس پست ہو۔ قلوب مشائخ کی طرف متوجہ رہنا ___ کوئی تیری تعریف کرے تو پھول نہ جانا اور اگر کوئی تیری مذمت کرے تو غمگین نہ ہونا۔ مدح و ذم تیرے نزدیک برابر ہوں۔ تمام مخلوقِ خدا کے ساتھ اپنے اخلاق اچھے رکھ اور تواضع اختیار کر۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ___ "جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے گا اللہ اس کو اونچا اٹھائے گا۔ اور جو تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا"

ہر حال میں ہر نیکوکار اور بدکار کا اکرام کر۔ تمام انسانوں پر رحم کر چھوٹے ہوں یا بڑے اللہ کی تمام مخلوق کو نظرِ رحمت سے دیکھ، (زیادہ) مت ہنس اسلئے کہ ضحک (ہنسنا) غفلت کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور قلب کو مُردہ کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ ہنسنے سے منع فرمایا ہے اور ضحک کو موتِ قلب کا باعث قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر تم وہ بات جان لو کہ جس کا مجھے علم ہے تو تم کم ہنسو اور زیادہ گریہ و زاری کرو" ___ اللہ کی طرف سے ڈھیل کی وجہ سے بے خوف نہ ہو جانا اور اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا۔ خوف و رجا کے

درمیان زندگی بسر کرنا۔

اے بیٹے! دُنیا طلبی کو ترک کر، اس مُردار دُنیا کو (ضرورت سے زیادہ) طلب کرنے میں دین کے چلے جانے کا خوف ہے ـــــ صوم وصلوٰۃ کا خیال رکھنا، حالتِ فقر میں، پرہیزگار، ادب شعار، فقیہ اور عالم کی حیثیت سے زندگی گزارنا۔ جہاں صوفیہ سے یک سو رہنا۔ مشائخ کی جان وہاں سے خدمت کرنا، مشائخ کے قلوب اور اُن کے حفظِ اوقات اور ان کی سیرت پر دھیان رکھنا۔ مشائخ کی باتوں کا انکار نہ کرنا ہاں اگر خلافِ شرع کوئی بات ہو تو انکار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر تو نے خواہ مخواہ مشائخ پر اعتراض کرنا شروع کر دیا تو تجھے کبھی بھی فلاح نصیب نہ ہوگی۔ لوگوں سے سُوال اور اُن سے قرض لینے کا معاملہ نہ کرنا۔ کوئی چیز کل کے لئے (خواہ مخواہ) ذخیرہ کرکے نہ رکھنا۔ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ روز تازہ "رزقِ مقسوم" مہیا کرتا ہے۔ سخی النفس والقلب بن۔ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس کو (صحیح مصرف میں) خرچ کر۔ بخل سے حسد سے، مکر وفریب سے پرہیز کرنا، اسلیئے کہ بخیل اور حاسد دوزخ میں جائیں گے۔

اپنے حال کو مخلوق پر ظاہر نہ کرنا اور ظاہر کو خواہ مخواہ مزین نہ کرنا اسلیئے کہ ظاہر کی ٹیپ ٹاپ باطن کی خرابی کا سبب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق عطا کرنے کے جو وعدے فرمائے ہیں ان وعدوں پر بھروسہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے رزق کی ضمانت لے لی ہے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ وَمَا مِنْ

دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ـــــــ (زمین پر چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے مگر اس کا رزق اللہ کے ذمّے ہے) ـــــــ تمام مخلوق سے (رزق کے سلسلے میں) بالکل مایوس ہو جانا۔ مخلوق سے جی نہ لگانا۔ حق بولنا اور مخلوق میں سے کسی کا سہارا نہ ڈھونڈھنا۔

تجھے لازم ہے کہ خصوصیت سے اپنے نفس کی حفاظت کا اہتمام کرے اور لایعنی باتوں سے بچتا رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "انسان کے اسلام کی خوبصورتی سے ہے یہ بات کہ وہ لایعنی اور بے کار باتوں سے پرہیز کرے" ـــــــ ..... کھانے پینے، سونے اور کلام کرنے میں کمی کرنا ـــــــ ..... تیرا عمل خالص ہو، تیری آنکھ رونے والی، تیری دُعا جہد و سعیٔ عمل ہو تیرے کپڑے پُرانے، تیرے رفقاء، فقراء ہوں گے۔ تیرا گھر مسجد، تیرا مال فقہ، تیری زینت زُہد، تیرا مونس رب کریم ہو۔

کسی سے بھائی چارہ اور دوستانہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک اُس کے اندر پانچ خصلتوں کو نہ پالے۔

(۱) وہ مالداری کے مقابلے میں فقر کو مقدم رکھنے والا ہو۔

(۲) جہالت کے مقابلے میں علم کو اختیار کرنے والا ہو۔

(۳) علم کے مقابلے میں عمل کو زیادہ پسند کرنے والا ہو۔

(۴) دُنیا پر آخرت کو فوقیت دینے والا ہو۔

(۵) (اللہ کے راستے کی) ذلّت کو (دُنیاوی) عزت پر ترجیح دینے والا ہو۔ علاوہ ازیں وہ علم ظاہر و باطن میں کامل و بصیر ہو ——— نیز وہ موت کے لئے مستعد ہو۔

اے بیٹے! دُنیا اور اس کی ظاہری رونق و زینت پر فریفتہ نہ ہو جانا۔ دُنیا ظاہر میں سرسبز، پُر رونق اور پُر از حلاوت معلوم ہوتی ہے (حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے)...... بمطابق ارشاد نبویؐ دُنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا کہ تو مُسافر ہے۔.....

وصیّت ——— بعض فقراء کو ———

مجھ سے میرے ایک دوست نے (اللہ تعالیٰ تمام احباب کو توفیق نیک دے) فقر کی اور نفس کے مکر و فریب کی شرح چاہی ہے۔ اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ میں دُنیا کے کچھ علاقوں میں گھوما ہوں۔ میں نے بہت سے اُمور کا تجربہ کیا ہے۔ بڑے بڑے کاموں پر سوار رہا ہوں، بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہے اور چیزوں کی کڑواہٹ اور مٹھاس کو چکھا ہے۔ کتابوں کی چھان بین کی ہے، علماء کی خدمت میں رہا ہوں، عجائب قدرت کا مطالعہ کیا ہے (اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ) میں نے کوئی شئے عمر اور دُنیا سے زیادہ جلد زوال پذیر ہونے والی نہیں دیکھی اور موت و آخرت سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں پائی ...... میں نے قناعت کے اندر دُنیا و آخرت کی بھلائی اور طمع کے اندر تمام جہان کی بُرائی دیکھی۔ میں نے

سب سے زیادہ نقصان والا اس شخص کو دیکھا جو اپنے اوقات کو الیت ولعل اور
نیت وسوف میں گزارتا ہے۔ میں نے سب سے اچھی زینت تواضع کو پایا اور سب سے
بری چیز بخل کو ـــــ میں نے وہ چیز جو جامع شر ہو، حسد کو پایا اور کسی شخص
کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے میں ذلت کی موت پائی ـــــ مجھے حیاتِ
ابدی، سوال سے بچنے اور اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے میں نظر آئی۔ کوشش اور
جد وجہد میں میں نے توفیق کا مشاہدہ اور تجربہ کیا ـــــ میں نے ہر حریص کو محروم
دیکھا اور جس کسی کو طالبِ دُنیا دیکھا مغموم پایا ـــــ ذلت وخواری میں نے ان
لوگوں میں مشاہدہ کی، جو طاعتِ مخلوق میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اور عزت و
شرف ان لوگوں میں دیکھا، جو طاعتِ خالق میں مصروف ہیں۔۔۔۔ میں نے
غنی اگر دیکھا تو اس شخص کو جو آخرت کی طرف متوجہ ہے ـــــ دُنیا کے راغب
کو میں نے بس دُنیا ہی میں مشغول اور جان کھپاتے دیکھا۔ دُنیا سے بے پرواہ
کو فارغ البال اور مطمئن پایا ـــــ اور یہ بھی دیکھا کہ جو واقعی "مُرید" ہے وہ
(سچا) طالب ہے اور جو فقط مُریدی کا دعویٰ ہی دعویٰ کرتا ہے اس کو کاذب
پایا۔ میں نے برکتِ رزق اور برکتِ عمر طاعتِ خداوندی میں دیکھی اور دُنیا و آخرت
دونوں کی کامیابی) متابعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی ـــــ
میں نے داخلۂ جنت اکلِ حلال میں دیکھا ـــــ

جان لے اے فقیر! (اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے) کہ فقر ودرویشی کی زینت اور

بُنیاد ان چیزوں پر ہے جن کو میں بیان کرتا ہوں ۔

تیرا زادِ راہ تقوی اللہ ہو۔ تیری پُونجی اخلاص ہو۔ تیرا سفر اخلاص ہو۔ تیرے انفاس مراحل ہوں۔ تیری منزل قبر ہو۔ تیرا ساتھی یقین ہو۔ تیری تدبیر عجز وانکساری ہو..... تیرا گھر خلوت ہو ...... تیری مجلس مسجد ہو تیرا درس حکمت ہو، تیری نظر عبرت ہو، تیری محافظ حیا ہو...... تیری عادت حُسنِ خُلق ہو...... تیری معلم قناعت ہو....... تجھے نصیحت کرنے والے مقابر ہوں، تیرے واعظ حوادثِ ایّام ہوں، تیرا سماع ذکرِ موت ہو...... تیرا ہتھیار وضو ہو تیری سواری پرہیزگاری ہو، تیرا دُشمن شیطان ہو۔ تیرا عدو نفس ہو ۔ دُنیا تیرے نزدیک ایک قید خانہ ہو اور خواہش نفس تیری نظر میں داروغہ جیل ہو ۔ تیری رات تطوع (نفل) ہو اور تیرا دن استغفار ہو..... تیرا قلعہ دین ہو، تیرا شعار شرع ہو، تیری محبوب کتاب اللہ ہو، تیری انیس سُنّتِ رسُول اللہ ہو، تیرا راس المال، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن اور تیرا مشغلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہو ۔ نفسِ امّارہ سے بچاؤ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کو تمام اشیاء میں شریر ترین بنایا ہے ۔ اور یہ نفس تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہر وقت موجود ہے ..... نفس کی مثال اس چور کی ہے جو گھر کے تمام ساز و سامان سے خوب واقف ہو۔ نفس کی صفات مذمومہ یہ ہیں کہ وہ شر سے محبت اور خیر سے بغض رکھتا ہے۔ عہد (عبدیت) سے مخالفت اور بیجا خواہشات سے موافقت رکھتا ہے تو اسے طاعت کی طرف

ے گا وہ تیرے حق میں معصیت کی تحریک کرے گا ..... نفس، شہوت و خواہش
ے معاملے میں چوپایوں کے مانند ہے ۔ نفس نخوت کے عالم میں بلی کی طرح
بنتا ہے اور امن کے زمانے میں شیر اور چیتا بن جاتا ہے ۔ نفس کی ایک بُری عادت
ی ہے کہ وہ فقر و فاقہ سے تو ڈرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے اور اس کے عذاب الیم سے نہیں
تا ۔۔۔ شیطان نفس کے قبضہ میں ہے اور اس کے بہت سے مددگار ہیں،
یسے دُنیا اور دُنیا کی ٹیپ ٹاپ اور دُنیا کے متعلقات ۔۔۔ نفس کے ہر ہر مددگار
ے پاس لشکر، فوجیں، خیل و حشم اور زینتِ حیاتِ دُنیا کے سلسلے کی بہت سی
ریں موجود ہیں ۔۔۔ جیسے کثرتِ نوم، کثرتِ اکل، کثرتِ ضحک و مزاح .....
بِ دُنیا، مالداری، تکبر، حسد، چغلی، عاداتِ ذمیمہ، شُربِ خمر، ارتکاب معاصی،
و لعب، جمع مال، طول آمال ۔۔۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس کو نفس
کے عیوب سے آگاہ کر دیا۔ اور نفس کو مسخر کرنے میں اعانت فرمائی۔
تو نفس کے منہ میں تقوے کی لگام لگا دے اور اس کو تواضع و انکسار کی
بیڑوں میں جکڑ دے۔ عقل کو اس کا عنان (منڈھن) بنا دے، شرع کو اس کا قیدخانہ
عبادات کو اس کا داروغہ بنا دے ۔۔۔ عبادت و طاعت کے اندر بھی نفس کی
ح طرح کی مکاریاں اور عیاریاں دخل انداز ہو جاتی ہیں اور یہ مکاریاں، معصیت کاری
یوں سے بھی زیادہ بُری ہوتی ہیں۔ مثلاً عبادت کو دکھلانے کے لئے سنوارنا، قیمتِ
ں طلب کرنا، ریاکاری، نفاق اور اس بات کو پسند کرنا کہ لوگ ہاتھ چومیں، خوب

تعریف کریں، بادشاہوں اور مالداروں کی توجہ اِدھر ہو جائے۔ دُنیا والوں میں آنا جانا... تصنّع اور بناوٹ، اپنے روزوں اور نمازوں کا اظہار۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے کم کھانا۔ اپنی کرامات کی تشہیر، اپنے وجد اور بکار کاذب کا اعلان۔ ہونٹوں کا چلانا، آنکھوں سے اشارے کرنا۔ مالداروں سے میل ملاپ، مُریدین کی کثرت، زیارتِ سوال۔ نعوذ باللہ من الشیطان الرّجیم ۝

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی خیریت چاہتا ہے تو اس کو نفس کے عیوب سے خبردار کر دیتا ہے ـــــ والحمد للہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ علیٰ رسولہٖ محمّدٍ والہٖ وصحبہٖ اجمعین ـــــ
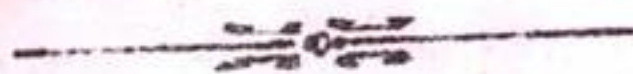
مجموعۂ وصایا کے چند اقتباسات

نصائح ـ ملفوظات ـ اور ـ کلماتِ طیّبات

(۱) عزّت ایک ایسا راستہ ہے جو تکبّر کی آگ کی پشت پر پھیلا ہوا ہے جو شخص
عزت کی صراطِ مستقیم سے ذرّہ برابر بھی انحراف کرے گا وہ تکبّر کی آگ میں جا گرے
گا اور جل جائے گا۔ اسی طرح تواضع بھی ایک راستہ ہے جو ذلّت کی پشت پر
واقع ہے (جو تواضع کی صراطِ مستقیم سے تھوڑا سا بھی ہٹے گا، ذلّت کے گڑھے
میں جا گرے گا)۔ مُداراۃ (درگزر رعایت اور صُلح جوئی) بھی اسی طرح ایک ایسا راستہ
ہے جو مُداہنت (سستی و چشم پوشی) کی پشت پر ہے۔ پس جو شخص بھی صراطِ مداراۃ
سے اِدھر اُدھر ہوگا نار مداہنت میں گر پڑے گا ـــــ ان (نازک) فرق سے
سوائے علمائے راسخین کے کوئی واقف نہیں ـــــ اگر کوئی شخص علوم ظاہرہ کے
دفتر کے دفتر پڑھ لے تب بھی وہ اس قسم کی اشیاء میں تمیز نہیں کر سکتا جن کو ہم نے
بیان کیا ہے ـــــ ہاں اگر کسی نے مکتبِ تقویٰ میں تعلیم پائی ہے تو وہ اس طرح
کے باریک فرق سمجھ لے گا ـــــ اس لئے کہ (اکثر) علوم ظاہرہ تقویٰ سے بالکل الگ

چیز ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے ـــــــ

(۲) عُزلت (خلوت) اصل ہے اور اختلاط (میل جول) فرع ہے۔ پس اصل کو اختیار کرو اور (بلا ضرورت) مخالطت نہ کرو۔ اور اگر مخالطت اختیار کرتے ہو تو برہان و دلیل کے ساتھ کرو۔ پھر مخالطت کی صورت میں یہ بات بھی واضح رہے کہ خاموشی اصل ہے اور نطق و گویائی فرع ہے۔ پس اصل کا التزام کرو اور بغیر برہان و دلیل کے گفتگو نہ کرو ـــــــ اللہ تائید کرنے والا ہے ـــــــ

(۳) فضل اللہ اور انعامات الٰہیہ کے نفائس سے پورا حصہ ملنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو کتاب اللہ کے موافق عمل کرنے کی توفیق مل جائے ـــــــ وہ کتاب اللہ جس کے سامنے اور پیچھے سے (غرض کسی جانب سے) باطل نہیں آسکتا اور جو لائق حمد حکمت والے کی طرف سے اُتاری ہوئی ہے ـــــــ دوسرے اُن پسندیدہ (آثار اور) آثار کا تتبع نصیب ہو جائے۔ جن کے ذریعے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر صحیح طور پر چلنا میسّر ہو سکے ـــــــ جب یہ اصل مضبوط و محکم ہو گئی تو طریقِ قویم اور صراطِ مستقیم پر قدم آجائے گا ـــــــ تقویٰ متحقق ہوگا، اعضاء، مناہی (ممنوعات) سے بچیں گے اور امر کو بجالائیں گے۔

(۴) جب کسی بندے کا قلب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو (بکثرت) پڑھنے سے صاف

ہو جاتا ہے تو کائنات کے تمام ذرات کا اس کے قلب سے اس طرح اتصال ہو جاتا ہے جس طرح جسموں کا رگوں سے۔

(۵) "احوال" بجز اور گری کی مانند ہیں۔ یہ احوال اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک (نیک) اعمال کے چھلکے اُن کی حفاظت نہ کریں۔

(۶) ہر اُس قلب کے لئے جو حُبِ دُنیا میں مقید و مبتلا ہے۔ عالمِ غیوب کے سمندروں میں غوطہ لگانا ممنوع ہے۔

(۷) بندہ برابر بابِ طلب کو اپنی سعی و کوشش سے کھٹکھٹاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ ذوقلب (دل والا) بن جاتا ہے۔ اور جو ذوقلب ہو گیا اس کی ولادت گویا از سرِنو ہوئی اب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ ملکوت السماء والارض میں داخل ہو جائے (اور اس کی سیر کرے) ——

(۸) وہ عقلاء جن کی عقلوں سے نورِ ہدایت قریب ہے۔ فانی پر باقی کو ترجیح دیتے ہیں اور نفوسِ انسانیہ اپنی پیدائشی خصلت کے اعتبار سے فانی اشیاء کی طرف رغبت رکھتے ہیں مگر جس نفس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے دے، وہ نورِ رُوح کے سرایت کر جانے کے سبب نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے اور امر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ——

(۹) اللہ تعالےٰ نے اپنی لطیف حکمت سے اولادِ آدم کے اوضاع و اطوار مختلف رکھے ہیں۔ ان میں بعض وہ ہیں جن کو بامِ علیین تک ترقی نصیب ہوتی ہے

اور بعض وہ ہیں جو سنجین کی پستی کی طرف جھکتے ہیں. جس کسی کا تقویٰ اُس کو ہدایت کی طرف کھینچ لیتا ہے وہ اس فانی دُنیا کی تمام اشیاء کو ہیچ سمجھتا ہے اور اپنے نفس کو (فقط) دُنیا کی چیزوں کی تحصیل میں نہیں کھپاتا ــــــ اس کی ہمّت "مجاورتِ ملاءِ اعلیٰ" کی جانب متوجہ ہوتی ہے وہ تہذیبِ نفس اور تزکیۂ نفس کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور نفس کے جوہر کو رذائل اور اخلاقِ غیر محمودہ سے صاف کر کے فضائل اور اخلاقِ محمودہ سے آراستہ کرتا ہے ــــــ اس کی عبادت اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے. تلاوتِ کلام اللہ میں اس کو راحت محسوس ہوتی ہے. دوامِ ذکر میں اُنس حاصل ہوتا ہے. قیامِ لیل اور صیامِ نہار میں اُس کو لذّت ملتی ہے ــــ

(۱۰) اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت و صحبتِ اقدس کی وجہ سے خلوت سے مستغنی تھے. اُن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا اور آپ کے ہمراہ جہاد کرنا خلوت سے افضل و بہتر تھا.

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مُرید صحبتِ شیخ سے، بغیر خلوت میں گئے ہوئے (اور بغیر چلہ کشی کیے ہوئے) تربیت حاصل کر لیتا ہے. اس کے دل میں باطنِ شیخ سے وہ برکات پہونچتی ہیں جو خلوت سے بے نیاز کر دیتی ہیں. لیکن بعض مُریدوں کے لئے خلوت ہی مناسب ہے ــــــ

(۱۱) مُرید کے لئے مناسب نہیں ہے کہ مخلوق کو متوجہ اور راضی کرنے کے لئے (بعض اعمال) چھوڑے یا (بعض) اعمال انجام دے —— جب اچھے اعمال کرے اور نفس اس بات کی طرف متوجہ ہو کہ مخلوق کی نظریں ان اعمال پر پڑیں تو استغفار کرے مگر اچھے اعمال کو اس بنا پر بالکل نہ چھوڑے بالآخر عملِ حسن کی برکت سے ریاکاری زائل ہو جائے گی۔

(۱۲) جب کسی بُرے کام کے زائل کرنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ اخلاص کے ساتھ اُس کو زائل کرے —— امر بالمعروف بھی مامور بہ ہے مگر امر معروف، معروف اور معقول طریقے سے ہونا چاہیے —— عاصیوں پر (ایک دم) ہتھیار اور ڈنڈے لے کر نہ چڑھ جائے بلکہ منکر کو از جانبِ شرع نائب بن کر حسبِ مقدرت اور حسبِ حیثیت منکر کو زائل کرے اور نیتِ خالص رکھے نیز ریا و سُمعہ سے دُور رہے۔

(۱۳) جو دُنیا کا اور جاہ و مرتبہ کا حریص ہے وہ شیخ بننے کی صلاحیت بالکل نہیں رکھتا —— مشیخت کا اہل وہ ہے جو اپنی خواہش کا متبع نہ ہو۔

حضرت شیخ سہروردی قدس سرہٗ کی جانب سے

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا اجازت نامہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی نبیہ
محمد وآلہ الطیبین

میں خوش ہوا اُن انعامات سے جو اللہ تعالیٰ نے الشیخ العارف بہاء الدین[۱] زکریا (ملتانی) پر کیے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن میں اور اضافہ فرمائے ـــــ مجھ کو وہ سب باتیں بھی معلوم ہوئیں جو ان کی برکتِ صحبت کے بارے میں اُن کے وطن (ملتان) کے چاروں طرف مشہور و معروف ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے حسنِ استعداد کی بنا پر خطِ کبیر عطا فرمایا ہے ..... میں نے

---

[۱] الشیخ الامام العالم المحدث بہاء الدین زکریا بن محمد بن علی القرشی الاسدی ـــ کوٹ کروڑ علاقہ ملتان میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر تھی کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ نو عمری ہی میں طلبِ علم کے سلسلے میں بخارا کا سفر کیا اور وہاں کے اساتذہ سے اخذِ علم کر کے حجاز کا سفر کیا۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر

(باقی اگلے صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مزید اجتہاد اور علم نافع سے مزید حصّہ طلب کیا ہے۔ ایسا علم نافع جو طریقِ استقامت پر چلنے کے لئے معین و مددگار ہو ــــــ اور میں نے ان کو اجازت دی ہے کہ وہ جس کو چاہیں خرقہ پہنائیں۔ میں نے اُن کو اجازت دی ہے کہ وہ میری تمام مسموعات و مجموعات کی روایت کریں اور اس کتاب کی بھی اجازت دی ہے جس کا نام عوارف المعارف ہے۔ میں نے عوارف المعارف کا ایک نسخہ ان کو دے دیا ہے، پس شیخ بہاء الدین کو مطالعہ کرنے اور اللہ تعالیٰ سے حسن فہم اور آگاہی مانگنے کے بعد اس کتاب کے درس و روایت کی اجازت ہے۔

اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے ــــــ وصلّی اللہ علیٰ خیر خلقہ وآلہ اجمعین ــــــ یہ تحریر ۱۲ ر ذی الحجہ کی شب کو سنہ ۶۲۶ھ میں مکہ معظّمہ میں حرم شریف کے اندر لکھی گئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پانچ سال مدینہ منورہ میں قیام کیا اور حدیث شیخ کمال الدین محمد الیمانی رح سے حاصل کی پھر قدس کا سفر کیا اور مسجد اقصیٰ نیز مشاہد انبیاء ع کی زیارت کر کے بغداد گئے اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رح سے طریقہ سہروردیہ اخذ کیا اور ملتان واپس آئے۔ بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور مخلوق کو بڑا فیض آپ سے پہونچا۔ تقریباً سو سال کی عمر میں سنہ ۶۶۶ھ میں وفات پائی۔ ملتان میں مزار ہے۔
(نزہۃ الخواطر جلد اوّل)

تجلیاتِ ربانی

(جلد اوّل)

تلخیص و ترجمہ

از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

قرآن پاک اور حدیثِ نبویؐ کے مجموعوں کے بعد ہدایت و اصلاح کا سب سے موثر مواد وہ ہے جو ان اکابرِ اُمّت کی تالیف اور مکتوبات میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تعلقِ قالب اور ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا خاص مقام عطا فرمایا تھا — اور بلاشبہ پورے اسلامی ادب میں حضرت مجدّد الف ثانی کے مکتوبات کو اس باب میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

ان مکتوبات میں احسان و تصوّف، تعمیرِ باطن، حق و باطل میں امتیاز جہاد فی سبیل اللہ اور اقامتِ دین و ترویجِ شریعت کی ترغیب اور اُمّتِ مسلمہ کی عام رہنمائی کا وہ سامان موجود ہے جس کی صدائے بازگشت نے گزشتہ تین چار صدیوں میں اُمتِ مصطفویہ کے حق میں بیر کار دوال کا کام انجام دیا ہے — مولانا موصوف نے مکتوباتِ امامِ ربانی کے ان دقیق و عمیق مضامین کو چھوڑ کر جن کے مخاطب صرف خواص و اہلِ قلوب ہیں، مکتوبات کے تینوں دفتروں کو اُردو میں منتقل کیا ہے۔ اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مکتوب الیہم کے حالات بھی حاشیہ پر لکھے گئے ہیں۔

سائز ۲۰×۲۶ بہترین گلیز کاغذ۔ اعلیٰ کتابت۔ معیاری طباعت خوبصورت گردپوش سے مزین۔ ڈھائی سو سے زائد صفحات۔ قیمت مجلد ۱۳/۵۰

NEW EDDITION Rs. 12-00